خراش میں مصروف تھے کہ طائرِ عیسیٰ کی طرح وہ پُھر سے اڑ گئے اور گلستانِ سیاست میں چہکنے لگے۔ میں نے سوچ سمجھ کر ان کا چہکنا لکھا ہے کہ ان کا احترام برقرار رہے اگر احترام ملحوظ نہ ہوتا تو چہکنا یا چہچانا انہیں زیبا نہیں تھا، کیونکہ طائرِ عیسیٰ کیلئے اردو میں نذیر احمد دہلوی نے، اس کے بولنے کو 'صدائے بے ہنگام' لکھا ہے۔ سوال کا بولنا تو بہرحال بڑا ہی ناگوار ہے۔ ان کی تیغ زبان سے، ان کے ہم عصر سیاستدان تو ہمیشہ سے ہی لہولہان تھے اور اب اعلیٰ ترین عدلیہ ان کی گزیدہ نیش زبان ہے۔ وہ کسی کو معاف کرتے ہیں نہ بخشتے ہیں۔ جس درسگاہ میں وہ پڑھے ہیں، لگتا ہے کہ اس کے نصاب سے ادب خارج اور گستاخی اس میں داخل تھی۔

سیاسی چشمک کا سیاستدانوں میں ہونا ضرور ہے مگر انہوں نے سیاسی لغت میں بڑے ہی مکروہ اضافے کئے ہیں۔ جنرل الیکشن میں وہ ہاتھ دھو کر میاں برادران کے پیچھے پڑے رہے اور بڑھک کے میدان میں مظہر شاہ کی اجارہ داری توڑ دی۔

سیاستدانوں کا اختلاف ہی تو سیاست کا حسن ہے۔ اسی سے بازارِ سیاست میں ہماہمی اور سرگرمی ہے۔ مگر سیاستدان تو ہوتا ہی وہ ہے جو گفتار کی نرمی و گرمی کا شاہکار ہوتا ہے۔ خان صاحب کے سیاسی مستقبل کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر بھائی لوہاری کا یہ انداز اسے گہنا دے گا۔ رہا یہ کہ یہودیت و نصرانیت کا ایجنٹ کون ہے تو عوام جانتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن کے حرم میں الحمدللہ مسلمان بیوی بستی ہے اور ان کا رشتہ مصاہرت مسلمان گھرانے سے جڑا ہے جبکہ خان صاحب کے حجلہ عروسی میں جمائما بی بی بھی آئیں۔ وہ کتابیہ ہیں۔ بقول بعضے وہ یہودیہ ہیں۔ یہودی دودھ اور مسلمان خون کا ملاپ، ان کے خلوت خانہ میں ہوا۔ بچے ہوئے۔ طلاق ہوئی۔ پھر راضی نامہ ہوا۔ بی بی جمائما بچے باپ سے ملوانے وارد پاکستان ہوتی رہتی ہیں۔ بلکہ شوکت خانم ہسپتال کیلئے چندہ گیری کی مہم میں بھی شامل ہوئیں اور خان صاحب کے سیاسی جلسوں میں رونق افروز ہوتی ہیں۔ البتہ ہمیں معلوم نہیں وہ قیام پذیر کہاں ہوتی ہیں کیونکہ طلاق کے بعد کپتان اور ان کا گھران پر حرام ہے۔ قرائن وحقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ''یہودی ایجنٹ'' کی پھبتی ان پر لگتی ہے۔ مولانا پر نہیں!

نسیمے از حجاز

اقبالؒ نے ''نسیمے از حجاز'' کی اس مختصر سی ترکیب میں اپنی وہ حسرت بیان کی ہے جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور اسلامی تہذیب کے احیاء اور اسلامی انقلاب کے برپا ہونے کیلئے ان کے دل میں تھی۔ وہ تہذیب غرب کے

پجاریوں کو گندے انڈے کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یورپ کے رندے بڑے بڑے تیز ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کو اس طرح چھیل کر رکھ دیا ہے کہ اسلامی تہذیب کا ہر نشان مٹا دیا ہے۔ وطن عزیز کے ایوانِ اقتدار میں کئی سیاسی و فوجی قافلے اترے اور ہم ہر قافلے سے یہ امید وابستہ کئے رہے کہ وہ کچھ خدمتِ اسلام بھی کرے گا اور ہماری ارض پاک کو واقعی پاک لوگوں کا وطن بنا دے گا جہاں گلشن اسلام کی بہار آفرینیاں ہمیں دیکھنے کو ملیں گی۔ جہاں خلافتِ راشدہ کے منہج پر ایک اسلامی جمہوری حکومت قائم ہوگی۔ جہاں اللہ کی زمین پر، اللہ کا قانون نافذ ہوگا۔ جہاں اسلام کا سماجی انصاف ہر کہ و مِہ کو ملے گا۔ جہاں درّہ فاروقی کی دھاک ایک بار پھر دشمنانِ اسلام کے قلعوں کے کنگرے گرا دے گی۔ جہاں سے اٹھنے والی صدائے ''لا الہ الا اللہ'' بھارت کے کراڑوں کو لرزہ براندام کر دے گی مگر......

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب ہم میاں نواز شریف کی مسلم لیگی حکومت سے ایک بار پھر یہی امید وابستہ کر کے بیٹھے ہیں کہ وہ اپنے تاریخی مینڈیٹ پر سجدہ شکر بجا لائیں اور کچھ خدمتِ اسلام بھی کر جائیں۔ اقتدار ان کو اب تیسری بار ملا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ استثنائی اعزاز، اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی لئے دیا ہے کہ وہ عہد پورا کریں جو برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں نے بابائے قوم محمد علی جناحؒ کی قیادت اور مسلم لیگ کی سیادت میں اللہ سے باندھا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگا۔ مگر ان کی حکومت کے تیور ایسے نہیں لگتے۔ وہ بے شک بلٹ (Bullet) ٹرین چلائیں پر اس گاڑی کا انجن بھی چلائیں جس پر سفر کر کے ہم اتریں تو ہمارے سامنے آسمانی جنت کا آخری سٹیشن ہو۔ اقتدار آنی جانی اور حیاتِ مستعار فانی ہے۔ اہل پاکستان اس اسلامی حکومت کے دیکھنے کو ترس گئے ہیں جس کا وعدہ مسلم لیگ نے ان سے کیا تھا۔ لاکھوں سچے مسلمان یہ ناکام تمنا لئے قبروں میں جا بسے ہیں سرزمین پاکستان میں سے بے حیائی اور فحاشی کے اگر چند کانٹے نکال دیئے جائیں تو مسلم عوام خود ہی اسلامی طرزِ حیات اپنا لیں گے۔ اس سرزمین میں اتنا نم موجود ہے کہ اگر گندے انڈے دینے والی مرغیاں ڈربوں میں بند کر دی جائیں تو اس کھیتی میں اسلام کی فصل خود ہی اُگ آئے گی۔

اسلام اور شعائرِ اسلام سے محبت اہل پاکستان کی خلقت میں داخل ہے مگر وہ بے بس ہیں کیونکہ بدی کی قوتوں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ اگر سرکار کی زمامِ کار مشرف اور پرویز الٰہی کے ہاتھ میں نہ ہوتی تو یہاں میراتھن ریس ہرگز منعقد نہ ہوتی۔ اس فحاشی کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ جب اقتدار مشرف کے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر یہ میراتھن ریس منعقد نہ ہوئی۔ یوں ہماری دلیل درست ہے کہ یہاں بے حیائی اور اخلاق سوزی سرکاری سرپرستی میں ہوتی ہے۔ اس لئے ہم میاں صاحب سے کم از کم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ سرکاری اور نجی ٹی۔ وی چینلز پر ہونے والی